ایگل

ایک عالمگیر
قلم

خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ

ہر
جگہ
دستیاب

EAGLE

EAGLE
IRIDIUM

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

کنول لنن، صنم پاپلین
ہے نظیر پاپلین

گلستان پرنٹس

سنگم لون کی
مایہ ناز پاپلین

کمانڈ پاپلین
پریزیڈنٹ لان

جمن ۳۰۰۰ پاپلین
حال ۵۰۰ لان

ڈیکرون
صدر ٹیکس پاپلین

ہول کارڈ
سوٹنگ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب

حُسین
کے
پارچہ جات

حُسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا

مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش رَد

حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن
جوبلی انشورنس ہاؤس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

محترم جناب عبدالجبار صاحب

سرمایہ دار یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف سازشیں

اس وقت پوری دنیا دو مختلف خطوں، دو تہذیبوں اور دو قسم کے ممالک میں منقسم ہے پہلی قسم وہ ہے جن کے پاس تمام تر سائنسی ایجادات کی اشیاء ہیں اور دوسری قسم کے پاس قدرتی وسائل کی بھرمار۔ پہلی قسم کو ترقی یافتہ ممالک کہا جاتا ہے اور دوسری قسم میں ترقی پذیر بشمول پسماندہ ممالک کا شمار ہوتا ہے ترقی یافتہ ممالک ان داتا، دیوان ہار اور ترقی پذیر ان کی منڈی، ان کے محتاج اور ریوں ہار ہیں ترقی یافتہ ممالک مصنوعات بناتے ہیں اور ترقی پذیر ممالک ان کو خریدنے پر مجبور ہیں ترقی یافتہ ممالک کو ہمیشہ قدرتی وسائل کی تلاش کا سنگین معاملہ درپیش رہتا ہے اور وہ اپنی جدید ٹیکنالوجی اور جنگی ساز و سامان کے بل بوتے پر ایسے ممالک پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے حربے استعمال کرتے رہتے ہیں جو ایک تو منہ مانگے دام پر ان کی اشیاء خریدنے پر مجبور ہیں دوسرے وہ وہاں کے خام مال کو اونے پونے داموں لوٹ مار کے اپنے ملک لے جاتے ہیں یہ ایک ایسا گرداب یا چکر ہے جو کبھی یورپ نے ایشیا کے خلاف اور کبھی ایشیا نے یورپ کے خلاف چلایا اور تاریخ میں کشت و خون کی داستانیں رقم کیں۔

اتفاقاً آج حالات نے ایک بار پھر یورپ اور ایشیا کے مابین ایک مختلف مفادات کی لائن کھینچ دی ہے — تقریباً دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اس وقت یورپ کی سرزمین پر آباد ہیں اور ترقی پذیر ممالک ایشیا میں ہیں۔ اب تاریخ ایک بار پھر ایسے حالات پیدا کر رہی ہے جو بالآخر آج کا جدید انسان بھی اپنی تمام تر روشن خیالی اور سائنسی سوچ و فکر کے باوجود اپنے یورپین یا ایشین انداز فکر سے باہر نہیں نکل سکتا یہ ستم ظریفی ہے یا خوش نصیبی کہ ایشیا میں قدرتی وسائل سے مالا مال ممالک کی اکثریت مسلمان ریاستوں کی ہے اسلام سے قبل قرون وسطیٰ میں دو مذاہب، عیسائیت اور یہودیت کا غلبہ تھا یقیناً ظہور اسلام سے ان مذاہب کے پیروکار سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ جن یہودیوں اور نصاریٰ کو اسلام پسند نہ آیا انہیں یا تو جنگ کے لیے تیار ہونا پڑا یا پھر وہ نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ اسلام کا انقلاب ان کے تعاقب میں یورپ تک گیا اور یورپ جو چھٹی صدی عیسوی تک "لادین" خطہ کہلاتا تھا عیسائیوں اور یہودیوں کی تبلیغ کا مرکز بن گیا۔

ہمیں انگریزی ادب میں ان گنت ادب پارے ملتے ہیں جن میں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی جلاوطنی کا کرب اور اسلام کے خلاف نفرت کا ثبوت ملتا ہے چونکہ اسلام عیسائیت اور یہودیت کی نسبت زیادہ انقلابی مذہب تھا لہٰذا پورا یورپ اسلامی انقلاب کے آگے کسی قسم کی رکاوٹ کھڑی نہ کرسکا لیکن اس پسپائی کا احساس ہمیں تقریباً ہر یورپین مفکر میں کم و بیش نظر آتا ہے حتیٰ کہ ٹی ایس ایلیٹ جو عصر حاضر کا شاعر ہے وہ بھی اس احساس محرومی سے جان نہیں چھڑا سکا۔ انجام کار ایشیا سے نکالے گئے عیسائیوں اور یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف نفرت نسل در نسل منتقل ہوتی گئی اور آج ہر روشن خیال یہودی یا انسان دوست عیسائی خواہ وہ اقوام متحدہ میں ہو یا اپنے مخصوص ملک کے پالیسی ساز اداروں میں مسلمانوں کے مقابلے میں وہ یہودی اور عیسائی پہلے اور روشن خیال اور انسان دوست بعد میں ہے ایسے انسان دوست اور روشن خیال مفکرین کو سمندر میں عراقی تیل کی بدولت مرا ہوا "بگلا" نظر آتا ہے، لیکن کشمیر، عراق اور سوڈان میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر موت کی آغوش میں جاتے ہوئے بچے عورتیں، بوڑھے نظر نہیں آتے۔ ان کی انصاف پسندی کے دائرے محدود اور ان کے مقاصد متعین ہیں۔ اس لیے آج ہر مسلمان کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ اپنے اوپر مسلط کردہ پسماندگی، قحط، بھوک، افلاس، آمریت، دہشت گردی اور عالمی غنڈہ گردی کی بنیاد تلاش کرے ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ ہم من حیث القوم ایک بار پھر ٹکڑوں میں بٹ کر ان نیلی آنکھوں اور ننگی پنڈلیوں والے عالمی سفاکوں کے دست نگر ہو جائیں جن کی انسان دوستی اور روشن خیالی کے چرچے عام ہیں۔

اس نزاکت کو حتیٰ کہ یورپ کا وہ عظیم طبقہ جو تاریخی اعتبار سے یہودیوں کی سیاہ کاریوں کا بھیدی ہے بڑے واضح اشاروں میں محسوس کر رہا ہے اور وہ مسلمان قوم پر آنے والے کڑے وقت کی منادی بھی کر رہا ہے۔ ہاں البتہ ہماری قوم کا ہر فرد غفلت کی نیند سویا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہم ذیل میں جناب جوزف بریوڈا کے حوالہ ای آئی آر کا ایک مضمون بعنوان "مشرق وسطیٰ میں مذہبی جنگیں، سرمایہ داروں کا اولین منصوبہ" کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو لاہور کے ایک انگریزی روزنامہ میں شائع ہوا تھا۔ مذکورہ مضمون کے چونکا دینے والے واقعات شاید ہمارے خوابیدہ ذہن کو بیدار کرسکیں۔

صدر جارج بش کے عہدے کی میعاد میں صرف دو روز باقی تھے کہ امریکی، برطانوی اور فرانسیسی جنگی طیاروں نے عراق پر ایک ہفتہ سے کم عرصہ میں تیسری بار حملہ کیا یہ اتنا اشتعال انگیز واقعہ تھا کہ عرب لیگ کو بھی جس نے ۱۹۹۱ء میں عراق کے خلاف جنگ کی حمایت کی تھی یہ کہنا پڑا کہ وہ اس حملہ کو "مسترد" کرتی ہے اور جنگ کا دائرہ بڑھانے پر "افسوس" کرتی ہے یہاں تک کہ سعودی عرب نے بھی اپنے آپ کو اس کاروائی سے دور رکھا اور اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں کی جلاوطنی اور بوسنیا میں سربیائی قتل و غارت سے متعلق اقوام متحدہ

کی قراردادوں پر عملدرآمد کرنے کا مطالبہ کیا۔

برطانیہ اور امریکہ کے چوٹی کے بینکاروں نے پورے عالم اسلام کو ایسے واقعات کے ذریعے آتش کدہ بنانے کے لیے ایک طویل المیعاد منصوبے کا ایک نیا مرحلہ شروع کیا ہے جن میں خونی انقلابات کا اور جوابی انقلابات اندرونی وعلاقائی جنگیں اور بالخصوص مذہبی تنازعات شامل ہیں شمال یعنی ترقی یافتہ ممالک کو عالم اسلام کے بالمقابل لاکر برطانیہ وامریکہ یہ چاہتے ہیں کہ براعظم یورپ اور جاپان کی طرف سے تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ کسی ممکنہ تعاون کے امکان کو ختم کیا جائے۔

امید کی جاسکتی تھی کہ نئی کلنٹن انتظامیہ شاید بش سے منسوب سامراجی حکمت عملی سے روگردانی کرے جیسا کہ اقوام متحدہ عراقی سفیر نظار ہمدون نے خیال ظاہر کیا تھا لیکن کلنٹن کی طرف سے اس حکمت عملی کو تبدیل کرنے کا مطلب اسی اسٹیبلشمنٹ انتظامیہ کے خلاف اعلان جنگ ہوگا جس نے گذشتہ موسم بہار میں اس کی حمایت کرنے اور بش کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ مزید برآں عالم اسلام کو آتش کدہ بنانے کا منصوبہ پہلے پہل کارٹر کی ڈیموکریٹک انتظامیہ کے تحت روبہ عمل لایا گیا جس پر بعدازاں ریگن اور بش کی حکومتوں میں عمل جاری رہا۔ اس حکمت عملی کا خالق پرنسٹن یونیورسٹی کا پروفیسر برنارڈ لیوس ہے جو نئے وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر کا گورو ہے۔

سابق صدارتی امیدوار لنڈن لاروشے نے کلنٹن کی تقریب حلف برداری سے چند روز قبل اس پالیسی کی نئے سرے سے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف بین الاقوامی سطح پر جنگ شروع کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے لاروشے سے منسوب ایک رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس جنگ کیلئے تیاری کے جزو کے طور پر برطانوی وامریکی انتظامیہ نے یہ منصوبہ مرتب کیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ظلم وستم کا بازار گرم کیا جائے جیسا کہ بوسنیا یا فلسطین کے عوام کے خلاف خونی کھیل کھیلا جارہا ہے اور اس طرح مسلم بنیاد پرستوں کو برسر اقتدار لایا جائے اور پھر جب ایک بار یہ سلسلہ چل نکلے گا مثال کے طور پر فرض کریں کہ یہ بنیاد پرست مصر میں برسر اقتدار آجائیں تو اینگلو امریکی انتظامیہ یہ اعلان کر سکتی ہے کہ مسلم بنیاد پرست جنونی ہیں وہ تہذیب کے دشمن ہیں اور ہمیں اس کے بارے میں کچھ سوچنا اور کرنا ہوگا۔

اس پالیسی کے نتیجہ میں مسلم بنیاد پرستی کے خلاف کھلم کھلا جنگ شروع ہو جائے گی اور یہ جنگ فلپائن اور انڈونیشیا سے ہوتی ہوئی میرے خیال میں امریکہ تک پھیل جائے گی اور اس طرح دنیا بھر میں مسلم اقلیتیں سیاسی و مذہبی جور وستم کا شکار ہو جائیں گی۔ عراق پر حملے کا جائزہ لیتے ہوئے لاروشے نے کہا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ اس امر میں پوشیدہ ہے کہ عراق تیل برآمد کرنے والا واحد عرب ملک ہے جس نے اپنے عوام کے لیے ہر کام تسلسل سے انجام دیا اس نے مزید کہا کہ صدام حسین کے دور حکومت میں عراقی عوام کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے اور عراقی عوام

کے تعلیمی معیار اور ان کے اقتصادی حالات وغیرہ میں انتہائی بہتری پیدا کی گئی ہے صدام حسین کی اس پالیسی کا مقصد محض یہ تھا کہ قومی آمدنی کو تعلیم، صحت، صنعتوں میں سرمایہ کاری اور زرعی کاموں وغیرہ پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ اینگلو امریکی کسی بھی عرب ملک کے اس تصور کو ختم کرنے کے درپے ہیں کہ وہ اپنے قد کاٹھ سے بڑھ رہا ہے اپنے مقام سے بلند ہو رہا ہے اور غربت اور جہالت کو ختم کر رہا ہے۔

اشتعال انگیزیوں کا سلسلہ اس عمل کو شروع کرانے کے لیے اینگلو امریکی ہر جگہ عربوں اور عالم اسلام کو مظالم کا نشانہ بنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انتہائی ڈھٹائی سے ان مظالم کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مثلاً:

عراق: اقوام متحدہ کی جانب سے عراق پر تجارتی پابندی عائد ہوئے ۳۰ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے جس کے باعث ہر روز بچوں اور بوڑھوں کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہو رہی ہے ڈیڑھ لاکھ سے کہیں زیادہ عراقی ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ میں ہلاک ہوئے تھے۔ اینگلو امریکی ترجمانوں نے تجارتی پابندیوں اور حالیہ فضائی حملوں کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قانون کی پاسداری ہو اور عراقیوں کی طرف سے عراق کی کرد اور شیعہ آبادی کی نسل کشی کو روکا جائے۔ مزید یہ کہ ان ترجمانوں نے دعویٰ کیا ہے کہ فضائی حملے اس لیے بھی ضروری ہیں کہ عراق نے نوفلائی زون کی خلاف ورزی کی ہے جسے اقوام متحدہ کی بجائے امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے شمالی اور جنوبی عراق پر نافذ کر رکھا ہے۔

قطع نظر اس کے کہ عراق کیا کرتا ہے یا کیا نہیں کرتا موجودہ پابندیاں اور دیگر تعزیری کارروائیاں جاری رہیں گی، اتحادیوں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ عراق کے ساتھ آبرومندانہ مفاہمت تو دور کی بات ہے وہ کسی غیر آبرومندانہ مفاہمت کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ ایسی صورت حال ہے کہ حکومت مصر اور سعودی عرب کو بھی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی زیر قیادت ہونے والی اس کارروائی سے اپنے آپ کو دور رکھنا پڑا ہے۔

بوسنیا: اس وقت لاکھوں بوسنیائی مسلمانوں کو موسم سرما کے دوران بھوک کے علاوہ ایندھن اور پناہ گاہ کی عدم دستیابی نیز جنگ کی وجہ سے موت کا سامنا ہے دنیا بھر میں ٹیلی ویژن پر جو مناظر دکھائے جاتے ہیں ان میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ سربیائی باشندے جو اجتماعی آبروریزی اور اس سے متعلقہ مظالم ڈھا رہے ہیں وہ نازیوں کے ان جنگی جرائم کے مترادف ہیں جنہیں اسرائیلی اور مغربی ممالک مسلسل دہراتے رہتے ہیں تاکہ عربوں کے خلاف نازیوں جیسے اسرائیلی جرائم پر پردہ ڈالا جا سکے۔

تاہم اقوام متحدہ نے بوسنیا پر جو نوفلائی زون قائم کیا ہے اس پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ سربیائی طیارے اپنے فوجی یونٹوں کے باقاعدگی سے اسلحہ اور دیگر سامان فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اور زیادہ بوسنیائی مسلمانوں کو ہلاک کریں

مزید براں اقوام متحدہ نے بوسنیا پر تو اسلحہ کے حصول پر پابندی عائد کر رکھی ہے لیکن سربیا کو یونان، رومانیہ اور بعض شہادتوں کے مطابق اسرائیل سے باقاعدگی سے اسلحہ مل رہا ہے اور یہ کوئی زیادہ ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اس کے برعکس مختلف اسلامی ممالک اور اسلامی ممالک کی تنظیم کی جانب سے کارروائی کے مطالبات کو اینگلو امریکی اور فرانسیسی ترجمان حسب معمول رد کر دیتے ہیں۔

اسرائیل : اب جنوبی لبنان کی یخ بستہ سردی میں ۴۲۵ فلسطینی بیٹھے ہیں جنہیں اسرائیل کی حکومت نے بغیر سماعت کے اور اقوام متحدہ کے چارٹر، جنیوا کنونشن اور متعدد بین الاقوامی قوانین کے برعکس ملک بدر کیا ہے جس پر اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کو مجبوراً دبنا دبی طور پر اسرائیل کی کارروائی کی مذمت کرنا پڑی۔ اسرائیل اقوام متحدہ کے احکام کو مسلسل نظرانداز کر رہا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اقوام متحدہ کی قرار دادیں اسکی پالیسی پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں اور بقول وزیر خارجہ شیمون پیریز حکومت اسرائیل اپنے فیصلوں پر سختی سے قائم رہتی ہے۔

اس طرح کی اشتعال انگیزیوں کے ساتھ ہی مغربی ذرائع ابلاغ بار بار اسلامی بم کے خطرات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں لیکن عیسائی، یہودی، ہندو بم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی شرائط نے علاقے کے ہر ملک کے معیار زندگی کو حقیقتاً بری طرح متاثر کیا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ مزید کمی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ مایوسی اور ناامیدی کے شکار عربوں کو مسلسل دھکیلا جا رہا ہے اس اثناء میں سعودی عرب اور ایرانی ایجنٹ امریکی، برطانوی سوچے سمجھے منصوبے پر خفیہ طور پر عمل پیرا ہوتے ہوتے ایک خطرناک جوابی حملے کی تیاری کر رہے ہیں اس ذلت آمیز ماحول میں اگر پرجوش یہودی یروشلم میں مسجد اقصیٰ کو دھماکہ سے اڑا دیں جس کی وہ کئی بار کوشش کرتے رہتے ہیں، تو کیا ہوگا۔ اگر اسرائیل سے روابط رکھنے والی انتہا پسند ہندوؤں کی بھارتیہ جنتا پارٹی بھارت میں مزید مسجدوں کو شہید کرتی ہے جیسا کہ اس نے اجودھیا میں کیا اور جس کے نتیجے میں فسادات ہوتے اور ہزاروں افراد مارے گئے تو کیا ہوگا۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس میں حکمت عملی کے منصوبہ ساز پہلے ہی علاقائی ایٹمی جنگ سے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے سموئل ہنٹنگٹن نے جن کے بارے میں توقع ہے کہ وہ کلنٹن انتظامیہ میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوں گے، علاقے میں پانچ سال میں ایٹمی جنگ کی دھمکی آمیز پیشین گوئی کی ہے ایک واضح منصوبہ یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک ایٹمی جنگ کرائی جائے یا اسرائیل کی جانب سے اس کے کسی پڑوسی پر ایٹمی حملے کا جواز فراہم کیا جائے۔ برطانیہ نے برصغیر ہند میں ایک دوسرے کی شدید مخالف مذہبی، سیاسی اور نسلی تحاریک پر جو کنٹرول قائم کر رکھا ہے اس نے ہندو مسلم جنگ کے امکان کو بالخصوص تشویشناک بنا دیا ہے۔

برنارڈلیوس کا منصوبہ اگرچہ ان پالیسیوں کے درپردہ سوچ کو کبھی بھی منظرعام پر نہیں لایا جاتا تاہم اس منصوبے کے اولین مصنف برنارڈلیوس نے اس منصوبے کے اہم خدوخال کا انکشاف کیاہے کونسل برائے خارجہ تعلقات کے خارجہ امور کے جریدے کی خزاں کی اشاعت میں لیوس رقم طراز ہے کہ اس منصوبہ پر جسے اس نے ۱۹۷۰ء میں تیار کیا تھا کس طرح نظرثانی کی جائے اور موجودہ سرد جنگ کے بعد کی صورت حال میں اس پر عملدرآمد کیا جائے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی وضع کردہ اس پالیسی کا حوالہ دیتے ہوئے جس کے نتیجے میں لبنان ۱۷ سال تک خانہ جنگی کا شکار رہا، لیوس مطالبہ کرتاہے کہ اس پالیسی پر اب بھی عمل کیا جائے ، لبنان کی مذکورہ جنگ میں کیتھولک فلسطینی، شیعہ مسلمان ،سنی مسلمان دروز اور یونانی رجعت پسند آبادیوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل لا کھڑا کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں اسرائیل اور شام کی جانب سے لبنان کو تقسیم کردیا گیا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۱

نے کی ہے فرماتے ہیں ،

" ایک زمانہ تھا کہ یورپ کے مسیحی علمائے اسلام سے اپنی کتاب مقدس تورات و انجیل کا درس لینے کیلئے اندلس کا قصد کرتے تھے لیکن اب معاملہ سرے سے الٹ گیا ہے ، یعنی خود مسلمان ، علمائے مغرب سے اسلام اور تاریخ اسلام کا درس لینے کے لیے یورپ و امریکہ کا سفر کرتے ہیں ، ان سے عربی زبان و ادب سیکھتے ہیں ، تاریخ اسلام پر لیکچر دینے کے لیے انہیں مدعو کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مستشرقین کے فرماتے ہوئے کو مستند سمجھ کر اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل کرتے ہیں ، جبکہ اہل مغرب اپنے سوا کسی قوم کے علماء و فضلاء کو اپنے مذہب اپنی تاریخ اور اپنے علوم و فنون پر رائے زنی کی اجازت نہیں دیتے ہیں اور نہ ان کو کسی معمولی و غیر معمولی معاملہ میں مستند مانتے ہیں ۔